حصہ مویدات یعنی تائیدِ حق کے لیے غیر منتظر اور غیر متوقع حالات کا رونما ہونا ہے، مومنین صادقین کو مشکلات کے عالم اور اضطراب کی گھڑیوں میں ان کے ذریعہ سے تسکین دی جاتی ہے اور رسوخ ایمان اور ثباتِ قدم مرحمت ہوتا ہے، ان کی بے سروسامانیوں اور بے نوائیوں کی مکافات کی جاتی ہے اور اس سے ان کی دولت ایمانی کا سرمایہ ترقی کرتا ہے[۴۵]

آگے مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بنی اسرائیل سے بڑھ کر عرب میں علاماتِ الٰہی کا رازداں کوئی اور نہ تھا، سیکڑوں یہودی مشکّکانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، امتحانات لیے، تجربات کیے، مگر ان کا امتحان و تجربہ کیا تھا؛ یہ تھا کہ وہ آپ کے اخلاق کی آزمائش کرتے تھے صحف انبیائے بنی اسرائیل کے سوالات دریافت کرتے تھے، آپ کی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے، ان میں سے کسی نے آکر آپ سے خارق عادت معجزہ کا مطالبہ نہیں کیا، کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ تماشے بظاہر اور لوگ بھی دکھا سکتے ہیں اور خوارقِ نبوت کے باطنی اور اندرونی معاملات نہیں ہیں، آنے والے نبی کی بشارتیں اور صفتیں توراۃ اور انجیل دونوں میں مذکور ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی صاحب خوارق ہونا اور ظاہری معجزات دکھانا اس کی صفت نہیں بتائی گئی تھی۔ بلکہ توراۃ میں اس کے اوصاف یہ بتائے گئے تھے کہ" وہ فاران سے طلوع ہوگا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا، اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی، وہ غریبوں اور مسکینوں کا مددگار ہوگا اور بدکاروں کو جنگی مرد کے مانند ہلاک کرے گا، وہ عبادت گزار اور خدا کے احکام کا مطیع ہوگا، مختون قوم (عرب) میں پیدا ہوگا"[۴۶] انجیل نے بتایا تھا کہ" وہ تسلی کی روح ہوگا، وہ مسیح کی نامکمل تعلیم کی تکمیل کرے گا، خدا کی زبان اس کے منہ میں ہوگی"[۴۷] سیکڑوں یہود و نصاریٰ آپ کی خدمت میں آئے اور انھوں نے آپ کی نبوت کا امتحان لیا۔ مگر امتحان کے پرچہ میں مادی معجزات کا سوال شامل نہ تھا بلکہ عام علمی اور مذہبی باتوں کی نسبت استفسار تھا۔ قیصر روم کے دربار میں جب قاصد پہنچا تو ابوسفیان کو (جو اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے) بلوا کر قیصر نے آپ کے متعلق متعدد سوالات کیے، یہ تمام سوالات صرف پیغمبر کے حقیقی آثار و علامات سے متعلق ہیں، ان میں سے ایک سوال بھی ایسا نہیں ہے جس میں یہ مذکور ہو کہ یہ مکہ کا مدعی نبوت وہ معجزہ بھی پیش کر سکتا ہے، حالانکہ اگر نبوت کی حقیقی علامت خوارق عادت ہوتے تو سب سے پہلے عیسائی قیصر کو یہی سوال پوچھنا چاہیے تھا۔

حضرت جعفرؓ نجاشی کے دربار میں فرماتے ہیں "ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے، اس اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو تکلیف نہ دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں، ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمالِ بد سے باز آئے[۱۱]

نجران کے عیسائی علما، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو انھوں نے اسلام کی تعلیمات کا ہر طرح امتحان کیا، لیکن دعوی کے ثبوت میں ظاہری نشان نہیں مانگا۔

عرب کے حقیقت شناس افراد میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو باطنی علامات کے دیکھ لینے کے بعد ظاہری نشانیوں کا طلبگار ہوا ہو۔ مسلمانوں میں حضرت خدیجہؓ محض آپ کے مشاہدات روحانی سن کر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضرت ابوذرؓ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ ذرا اس شخص کے پاس جا کر دیکھو جو دعوی کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، وہ مکہ سے تحقیق حال کر کے واپس گئے تو حضرت ابوذرؓ سے کہا "میں نے اس کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ایک کلام پیش کرتا ہے جو شعر نہیں"[۱۲]

نبوت کے اصلی آثار

اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے حقیقت حال کی تشریح ہوتی ہے۔ یہ تمام بیانات درحقیقت قرآن مجید کی ان آیتوں کی تشریح ہیں جن میں نبوت کی حقیقت اور اس کے اصلی آثار و علامات بتائے گئے ہیں۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ	اے یہود و نصاریٰ! تمہارے پاس ہمارا
رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا	رسول آچکا جو تمہاری کتاب کی بہت سی باتیں

كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(مائدہ: ۱۵، ۱۶)

جن کو تم چھپائے ہو صاف صاف بیان کرتا ہے اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے، اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور قرآن آچکا، خدا اس کے ذریعہ سے ان کو جو اس کی خوشنودی کے پیرو ہیں، سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور ان کو اپنے حکم سے وہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور ان کو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ

(جمعہ: ۲)

خود امیوں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو خدا کی آیتیں سناتا ہے، ان کو پاک و صاف کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی ان کو تعلیم دیتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ

(اعراف: ۱۵۷)

اس امی فرستادۂ الٰہی کی پیروی کرتے ہیں جس کو وہ توراۃ و انجیل میں لکھا پاتے ہیں، وہ ان کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور (رسم و رواج کے) جو بوجھ اور بیڑیاں ان پر پڑی ہوئی تھیں، وہ ان سے دور کرتا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(احزاب: ۴۵، ۴۶)

اے پیغمبر! ہم نے تم کو (اپنا) گواہ اور (نیکو کاروں کو) خوش خبری سنانے والا اور (بد کاروں کو) ڈرانے والا، خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

غرض نبوت کے اصلی آثار و علامات یہ ہیں کہ وہ آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے، زنگ آلود نفوس اور سیہ کار قلوب کو جلا دیتا ہے، لوگوں کو کتاب وحکمت اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اچھی باتوں کو پھیلاتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، وہ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا ہے، وہ قوموں کے بوجھ کو اتارتا ہے اور ان کے پانوں کی بیڑیوں کو کاٹ ڈالتا ہے، وہ خدا کا گواہ بن کر اس دنیا میں آتا ہے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے، نیکوکاروں کو بشارت سناتا ہے، بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے اور اس ظلمت کدہ عالم میں وہ ہدایت کا چراغ بن کر چمکتا ہے۔

قریش آنحضرتؐ سے معجزہ کے طالب ہوتے ہیں اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے "ہم نے تو نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں کھول کر رکھ دیں (اے محمدؐ) ہم نے تجھ کو سچائی دے کر نیکوکاروں کو خوش خبری سنانے والا اور بدکاروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور (جن کو اب بھی یہ نشانیاں باور نہ آئیں) ان دوزخیوں کی تم سے باز پرس نہ ہوگی"۔ (بقرہ: ۱۱۸ - ۱۱۹)

کفار پیغمبر کی صداقت کی نشانی چاہتے ہیں، اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی صداقت کی روشنی تو اس کا سرتاپا وجود ہے، اور اہل یقین کے لیے اس سچائی کی تمام نشانیاں ظاہر کردی گئی ہیں، اس کی حقانیت نیکوکاروں کو خوش خبری سنانا اور بدکاروں کو ڈرانا اور متنبہ کرنا اور اس سے انقلاب انسانی اور نتائج روحانی کا ظہور، یہ خود اس کی صداقت کی کھلی نشانیاں ہیں:

"اور وہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتریں کہدے کہ نشانیاں تو خدا کے پاس ہیں، اور میں تو کھلا ڈرانے والا ہوں، ان کافروں کو یہ نشانی کافی نہیں کہ تجھ پر ہم نے کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے"۔ (عنکبوت - ۵۰، ۵۱)

یعنی خود یہ دعوت الٰہی اور پیغام ربانی آیت و نشانی ہے اور اہل بصیرت کے لیے یہی معجزہ ہے۔

اَوَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ	کیا ان کافروں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں
عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ (شعرا: ۱۹۷)	ہے کہ بنی اسرائیل کے عالم لوگ اس کو جانتے ہیں۔

یعنی پیغمبر اسلام کا معجزہ یہ ہے کہ ایک امی ہو کر وہ ایک ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جس کی صداقت کو علماء بنی اسرائیل جانتے اور سمجھتے ہیں کیا یہ معجزہ جہلائے قریش

کی تسلی کے لیے کافی نہیں ہے کہ بڑے بڑے علما، اس کی سچائی کے دل سے معترف ہیں۔
"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کو اگلی کتابوں کی گواہی نہیں پہنچی اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار کیوں تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے" (طٰہٰ: ۱۳۳، ۱۳۴)

کفار کا سوال تھا

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ	کہ اس پیغمبر پر اس کے خدا کی طرف سے
اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (رعد: ۷)	کوئی نشانی کیوں نہیں اتری،

اس کے جواب میں خدا نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ	اے محمد! تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر قوم
هَادٍ ۝ (رعد: ۷)	میں ایک ہادی گزرا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ نبوت کی حقیقت معجزہ نہیں بلکہ انذار اور ہدایت ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے معجزہ کے بارہ میں افراط و تفریط اختیار کرنے والوں کے طرز عمل کو ملاحظہ کر لینا چاہیے۔

معجزات کے باب میں افراط و تفریط

عام طور سے معجزات کو نبوت کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بکثرت معجزات منسوب کر دیئے گئے ہیں جن کا دارو مدار غلط اور غیر مستند روایات ہیں، یہ روایتیں زیادہ تر کتب دلائل میں مذکور ہیں جو صرف معجزات کے ذکر کے لیے لکھی گئی ہیں، ان کتابوں نے معجزات کی جھوٹی روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے، انہی سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے، خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے پردہ میں آپ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی۔

کتب دلائل کے مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب و حیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا تاکہ خاتم المرسلینؐ کے فضائل و مناقب کے

الواب میں معتدبہ اضافہ ہوسکے، ان روایتوں کو مقبولیت عام واعظوں اور میلاد خوانوں نے دی چونکہ یہ فرقہ علم سے عموماً محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک اس کی دسترس نہیں ہوتی اور ادھر گرمی محفل اور شورا حسنت کے لیے اس کو دلچسپ اور عوام فریب باتوں کے لیے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس افراط کے مقابلہ میں معجزات کے بارے میں بڑی تفریط بھی کی گئی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں انبیائے سابقین کے معجزے جس قدر تفصیل اور تکرار کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے اس قدر تفصیل اور تکرار سے مذکور نہیں۔ اس سے ایک طرف تو مخالفین اسلام نے یہ نتیجہ نکالا کہ پیغمبر اسلام کو سرے سے معجزہ دیا ہی نہیں گیا اور دوسری طرف خود مسلمانوں کے عقل پرست فرقہ کو دھوکا ہوا کہ اسلام نے خوارق عادت کے ظہور سے انکار کیا ہے، کیونکہ جب اس کے نزدیک خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان سے خالی تھی تو گزشتہ انبیاء کی سوانح میں جو اعجاز نظر آتا ہے وہ بھی سمجھنے والوں کا قصور فہم ہے۔

قرآن مجید میں آپؐ کے تمام معجزات کا تفصیلی ذکر نہ کیے جانے کی وجہیں

مولانا سید سلیمان ندوی نے اس نقطہ نظر کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ قرآن مجید میں رسول اکرمؐ کے تمام معجزات کا تفصیلی ذکر کیوں نہیں کیا گیا ہے اس کی چند وجہیں یہ ہیں۔

(۱) قرآن مجید کے بغور مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے نبوت کی تصدیق کے لیے ظاہری و مادی معجزات کو اہمیت نہیں دی ہے وہ زیادہ تر انسان کو غور و فکر، فہم و تدبر اور سوچ سمجھ کی دعوت دیتا ہے اور نبوت کی اندرونی خصوصیات و روحانی دلائل کو ایمان و تصدیق کی بنیاد قرار دیتا ہے، اس بنا پر اس کا اپنے پیش کرنے والے کی سچائی کے ثبوت میں اس کے خوارق و معجزات کو تفصیل و تکرار کے ساتھ ہر جگہ پھیلانا اور دہرانا اس کے اصول کے خلاف تھا۔

(۲) گزشتہ انبیاء کو چند محدود، گنی ہوئی اور متعین شکل کی نشانیاں دی گئی تھیں قرآن مجید نے انہی نشانیوں کا بار بار ذکر کیا ہے اس تفصیل و تکرار سے کوتاہ بینوں کو ان پیغمبروں کی یہ نشانیاں دکھائی دیتی ہیں اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نشانیاں عطا ہوئیں وہ اس قدر متنوع، مختلف اور غیر محدود تھیں کہ ان کے تذکرے کے وقت ایک ہی نشانی کو بار بار پھیلانے اور دہرانے کی حاجت نہ تھی، اس لیے یہ دلائل قرآن مجید میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کے معجزوں کی طرح نمایاں نہیں ہیں، اس لیے کوتاہ بین نگاہوں کو وہ نظر نہیں آتے۔

(۳) اسلام کے نزدیک ہر قسم کے معجزات، خوارق اور نشانیاں پیغمبر کی قوت و اختیار کے بجائے خدا کی قدرت اور اس کے ارادہ و مشیت سے ظہور پذیر ہوتی ہیں، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل و آیات ذات محمدی کی طرف منسوب ہو کر نہیں بلکہ قدرت الٰہی کی طرف منسوب ہو کر بیان ہوئے ہیں اس لیے عام لوگوں کا ذہن ان کو دلائل محمدی سمجھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

(۴) دوسرے مذاہب کے پاس ایک ہی مستند چیز یعنی ان کا صحیفہ ہے، جس میں ربانی احکام، پیغمبروں کے اقوال، حالات و سوانح اور معجزات وغیرہ سب کچھ ملے جلے ہیں، لیکن اسلام کے پاس ایک تو صحیفہ الٰہی ہے جس میں خدائی احکام و مطالب ہیں، دوسرے سنت و حدیث جس میں پیغمبر کے حالات، اقوال اور معجزات وغیرہ الگ اور مستقل حیثیت سے مذکور ہیں اور وہ بجائے خود روایتی استناد کے لحاظ سے دوسرے مذاہب کے صحیفوں سے کہیں بلند تر ہے اس لیے خدا نے پیغمبر کے دلائل و معجزات کو عدم اہمیت کے باعث بہ تفصیل اپنے صحیفہ میں جگہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ اس کے لیے احادیث کے مستند ذخیرۂ روایات کو کافی قرار دیا۔[۱۳]

قرآن مجید سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب معجزہ ہونے کا ثبوت

قرآن مجید نے آپ کے متعلق آپ کے زمانہ کے کافروں کے جو اقوال تردید کی غرض سے نقل کیے ہیں، ان میں متعدد موقعوں پر آپ کو (نعوذ باللہ) کاہن اور ساحر کہا گیا ہے اور قرآن مجید پر سحر کا الزام لگایا گیا ہے، عرب میں کاہنوں کا کام پیشین گوئی کرنا اور غیب کا حال بتانا تھا اور ساحر کی نسبت تو عام طور پر معلوم ہے کہ وہ عوام کے نزدیک عجائب و خوارق کا پیکر ہوتا ہے، اب اگر آپ امور غیب کی قبل از وقت خبر نہیں دیتے تھے اور معجزات و خوارق کا صدور آپ سے نہیں ہوا کرتا تھا تو کفار آپ کو کاہن اور ساحر کے خطابات سے کیوں یاد کرتے، اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر حسب ذیل آیتوں پر غور کی ایک نگاہ ڈالیے۔

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ — اے محمد! تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہیں ہے۔ (طور: ۲۹)

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (حاقہ: ۴۲) — یہ قرآن کسی کاہن کا کلام نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے خدا کفار قریش کا حال بتاتا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ○ — جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق

وَقَالُوٓا اِنۡ هٰذَآ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ٥ اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

(صافات: ۱۴، ۱۵)

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ کفار کو جو نشانیاں نظر آتی تھیں وہ ان کا ٹھٹھا اڑاتے تھے اور ان کو جادو کہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی خارق عادت نشانیاں ان کے مشاہدہ میں آتی تھیں اور دوسری آیتوں میں بھی سحر کی نسبت آپ کی طرف کفار کی زبان سے کی گئی ہے، کفار کے ان اقوال سے ثابت ہے کہ آپ کی ذات بابرکات سے کچھ تو مافوق العادۃ باتیں ظاہر ہوتی تھیں جن کی تعبیر کہانت اور جادوگری کے الفاظ سے کر کے وہ اپنے نادان دل کو تسلی دیتے تھے اور اسی سے آپ کے صاحب معجزہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

اس کے بعد سید صاحب نے آپ کے ان آیات و دلائل کو جو قرآن کے اوراق میں منتشر ہیں ایک خاص ترتیب کے رشتہ میں منسلک کیا ہے اور اس کو تین قسموں میں منحصر کیا ہے۔

(۱) کفار کی ہدایت و دعوت اور مسلمانوں کی مزید ایمانی تسلی کے لیے معجزانہ نشانیاں۔

(۲) مصیبتوں کی گھڑیوں میں تائیدات غیبی کا ظہور۔

(۳) وہ پیشین گوئیاں جن کا لفظ لفظ صداقت کے معیار پر صحیح اترا۔[۱۴]

معجزۂ قرآن

سید صاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیش گاہ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے۔ چنانچہ جب کفار نے معجزہ طلب کیا تو خدا نے فرمایا:۔

وَقَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ٥ اَوَلَمۡ يَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ يُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ ؕ (عنکبوت: ۵۰-۵۱)	اور انھوں نے کہا کہ پیغمبر پر اس کے خدا کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں، کہہ دے کہ نشانیاں خدا کی قدرت میں ہیں، میں تو صاف صاف خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں، کیا ان کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے اس پر کتاب اتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

آں حضرتؐ نے بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ میں اپنی اسی وحی آسمانی کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا جیسا کہ صحیح بخاری باب الاعتصام کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ آنحضرتؐ کو جو ربانی نشانیاں خدا کی طرف سے عنایت ہوئیں ان میں صرف یہی ایک معجزہ ہے جس کی اللہ نے تحدی کی ہے اور اعلان عام کیا ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی، اس کی تصریح بنی اسرائیل، ہود، بقرہ، یونس اور سورۂ طور میں موجود ہے۔

کفار مکہ کے مطالبہ کے باوجود انھیں معجزات نہ دیئے جانے یا ظہور معجزہ میں تاخیر کے اسباب

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کے لیے بار بار اصرار کرتے تھے مگر اس کے باوجود قرآن مجید یا تو ان کے مطالبہ کو رد کر دیتا تھا یا ظہور معجزات میں تاخیر کے وجوہ بیان کر دینے پر اکتفا کرتا تھا، مولانا سید سلیمان ندوی نے قرآن مجید میں غواصی و غوطہ زنی کر کے ان وجوہ و اسباب کی نشاندھی کی ہے جن کی بنا پر طلب معجزہ کی جانب اعتنا نہ کیا جاتا تھا یہ وجہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) معجزات کے ذریعہ سے جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کا ایمان محض جبری، تقلیدی اور بالواسطہ ہوتا ہے، وہ لوگ اپنے دل میں انبیاء کے محاسن تعلیم کا کوئی خاص ذوق نہیں پاتے صرف معجزات کی قوت اور اعجوبگی ان کو متحیر اور مبہوت کر دیتی ہے حالانکہ انبیاءؑ کی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی جماعت میں ایسے افراد شامل ہوں جو شریعت کے رمز شناس اور اس کے اسرار و حکم سے ذوق آشنا ہوں۔

یہی حالت ہے جس کو قرآن مجید نے "شرح صدر" اور "انشراح قلب" سے تعبیر کیا ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ	جس کو خدا ہدایت دینا چاہتا ہے، اس
يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (انعام: ۱۲۵)	کے سینہ کو قبولِ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

اس قسم کے لوگوں کے لیے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کے لیے آفتاب و ماہتاب، آسمان و زمین، دن اور رات، غرض دنیا کا ایک ایک ذرہ معجزہ ہوتا ہے اور خدا کے وجود، خدا کی وحدانیت اور پیغمبر کی نبوت پر بلاواسطہ دلالت کرتا ہے ان کے لیے صرف تفکر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، یہی گروہ ہے جس پر سب سے زیادہ انبیاء کی نگاہ انتخاب

پڑتی ہے اور وہ ان کو صرف تفکر و اعتبار کی ترغیب دیتے ہیں، اس گروہ کے بالمقابل ایک کور باطن فرقہ اور بھی ہوتا ہے، جس پر نظام فطرت کے دوسرے شواہد و آیات کی طرح معجزات کا بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑ سکتا انبیاء کو ابتدائے بعثت میں ان ہی دو گروہوں سے سابقہ پڑتا ہے اور چونکہ فطرۃً ایک معجزات سے بے نیاز ہوتا ہے اور دوسرے پر معجزات کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لیے ان دونوں گروہوں کے لیے معجزات بیکار ہوتے ہیں، اور اس بنا پر انبیاء ان کے پیش کرنے سے انکار کرتے ہیں، اسی نکتہ کو خداوند تعالیٰ نے ان آیتوں میں بیان کیا ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (یونس: ۱۰۱)

کہہ کہ دیکھو آسمان و زمین میں کس قدر نشانیاں ہیں اور نشانیاں اور ڈراوے تو اس قوم کے لیے کچھ بھی مفید نہیں جو ایمان نہیں لانا چاہتی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ (رعد: ۲۷)

اور کفار کہتے ہیں کہ اس پر خدا کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا، کہہ خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت کرتا ہے۔

(۲) بعض دفعہ معاندین ایسی نشانیوں کے طلبگار ہوتے ہیں جن کے بار کے متحمل، قوتِ انسانی کے دوش و بازو نہیں ہو سکتے، خدا کا خود انسانوں کے سامنے آنا، خدا کا خود ہر انسان سے باتیں کرنا، فرشتوں کا نظر آنا، آسمان سے کوئی مجسم کتاب اتارنا، بازیگر کی طرح پیغمبر کا آسمان پر چڑھنا، کفار کی طرف سے جب اس قسم کے معجزات طلب کیے جاتے ہیں تو انبیاء کو ہمیشہ انکار کرنا پڑتا ہے اور اس انکار کا منشا خود منکرین کی فطرت ہے۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ (نساء: ۱۵۳)

تم سے یہود کہتے ہیں کہ ان کے اوپر آسمان سے ایک کتاب اتار دو، لیکن ان لوگوں نے تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا، یعنی ان لوگوں نے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو کھلم کھلا دکھا دو، اس ظلم کا جو انھوں نے اپنے اوپر کیا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک چمک نے ان کو دبا دیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا

اور جن لوگوں کو علم نہیں وہ کہتے ہیں، کیوں

یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَۃٌ ؕ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ ؕ تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ (بقرہ:۱۱۸)	نہیں خدا ہم سے باتیں کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس نہیں لاتا، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہا دونوں کے دل ایک سے ہیں۔
لَوْمَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ○ (حجر:۷،۸)	کیوں نہیں فرشتوں کو ہمارے پاس لے آتے، اگر تم سچے ہو (خدا کہتا ہے) ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے لیکن حق کے ساتھ، اگر وہ ان کافروں کے سامنے اتریں تو پھر ان کو مہلت نہ دی جا سکے گی۔

(۳) مادیت کی ترقی کے زمانہ میں تمام فضائل ومحاسن کا مرکز صرف دولت، جائداد، مال واسباب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عام لوگ اخلاق وعادات، تمدن ومعاشرت، رسم ورواج غرض تمام چیزوں میں امرا کی تقلید کرتے ہیں، لیکن انبیا ہمیشہ اپنی معاشرت، اپنی وضع، اپنے لباس غرض اپنی ایک ایک ادا سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ فضائل کا منبع صرف روح ہے اور زخارف دنیوی سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔

اسی بنا پر جب منکرین انبیاء سے اس قسم کے معجزات طلب کرتے ہیں جو امرا کے ساتھ مخصوص ہیں تو انبیا کو عموماً ان کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَلَکٌ فَیَکُوْنَ مَعَہٗ نَذِیْرًا ○ اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ تَکُوْنُ لَہٗ جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ مِنْھَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ (فرقان:۷،۸)	اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ پیغمبر کیوں کھاتا ہے اور کیوں بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کیوں اس پر ایک فرشتہ نہیں اترتا جو اس کے ساتھ لوگوں کو ڈراتا یا اس کو کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ کیوں نہیں ہے جس سے وہ کھاتے اور ظالموں نے کہا تم صرف ایک ایسے شخص کا اتباع کرتے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

(۴) آیت بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کفار کا عام خیال

یہ تھا کہ خدا کی طرف سے جو قاصد بن کر آئے اس کو مرتبۂ بشریت سے بالاتر ہونا چاہیے اور اس کو بے انتہا خدائی قدرتیں حاصل ہونی چاہئیں، اس بنا پر جب اس قسم کے معجزے طلب کیے جاتے ہیں جن سے اس ظن فاسد کی تائید ہوتی ہے تو انبیاء ان سے انکار کرتے ہیں :۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ	کہہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے
اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ	خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں
لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا	اور نہ میں نے یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف
يُوْحٰٓى اِلَيَّ (انعام : ۵۰)	وحی کا اتباع کرتا ہوں۔

(۵) متحدی بہ معجزات یعنی وہ معجزات جو کفار کے مطالبہ پر صادر ہوتے ہیں ان کی تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ایسے معجزات پر ایمان نہ لانے کے بعد، پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے اور منکرین کا گروہ ہلاک کر دیا جاتا ہے، چنانچہ اس کی مثالیں قوم نوح، نمرود اور فرعون سے لے کر قریش تک کی تمام تاریخیں پیش کرتی ہیں اور قرآن مجید نے اس کو بتصریح بیان کر دیا ہے، حضرت صالحؑ کی امت نے ان سے نشانی طلب کی، خدا نے کہا نشانی تمہیں دکھائی جائے گی لیکن اس کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو تمہاری ہلاکت یقینی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ	اور ہم نے نشانیاں بھیجنا اس لیے موقوف
اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ	کیا کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے ثمود
وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً	کو اونٹنی نشانی دی سمجھانے کو او رپھر اس کا
فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ	حق نہ مانا اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں تو ڈرانے
اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ (بنی اسرائیل : ۵۹)	کو۔

لیکن جس طرح افراد کی موت و حیات کا ایک زمانہ مقرر ہے، اسی طرح قوموں کی ہلاکت و بربادی کی بھی ایک خاص مدت متعین ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (اعراف: ۳۴، یونس: ۴۹) ہر قوم کا ایک زمانہ مقرر ہے۔

اس لیے اس قسم کے معجزات کے ظہور میں اس مدت معینہ کے لیے تاخیر کی جاتی ہے اور پیغمبر اور معاندین دونوں اس کے منتظر رہتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ	اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں اس پر خدا کی
مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ	طرف سے کوئی نشان نہیں اترتا؟ کہہ کہ

لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ (یونس: ۲۰)

غیب صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے، تم اس کے ظہور کا انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

یہی سبب ہے کہ جن انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا مظہر اتم بنایا ان کے ہاتھوں سے تحدی اور مطالبہ کے معجزوں کے صدور میں تاخیر برتی جاتی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق انجیل کی آیتیں گذر چکی ہیں کہ یوں تو ان سے بیسیوں معجزے سرزد ہوتے تھے مگر تحدی اور مطالبہ کے معجزہ سے انھوں نے بالعموم انکار کیا کہ وہ بنی اسرائیل کو تباہ و برباد دیکھنا نہیں چاہتے تھے، یہاں تک کہ حواریین نے جب زیادت اطمینان اور ترقی ایمان کے لیے معجزہ کی فرمائش کی تو خدا نے جواب دیا:

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (مائدہ: ۱۱۵)

میں یہ آسمانی خوان تم پر اتار سکتا ہوں لیکن اس کے بعد اگر تم میں سے کسی نے انکار کیا تو میں اس کو ایسا سخت عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو نہ دیا ہوگا۔

غرض کائنات روحانی کا یہی اصول پیش نظر تھا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مطالبہ کی پروا نہیں کرتے تھے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کے مطالبہ اور تحدی کے مطابق معجزہ آنے کے بعد ان کو پھر فرصت نہ دی جا سکے گی اور وہ برباد ہو جائیں گے۔

چنانچہ معاندین قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کرتے تھے کہ فرشتوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آؤ، خدا نے کہا کہ اگر وہ سامنے آئیں بھی تو انسانوں کی صورت میں آئیں گے اور تم کو پھر وہی شبہ رہ جائے گا، علاوہ ازیں قانون الٰہی میں یہ آخری حجت ہے، اگر فرشتے اتر آئے اور اس سے بھی تمہاری تسلی نہ ہوئی تو پھر تم کو اس مطالبہ کے معجزہ کے بعد مہلت نہ مل سکے گی اور تم ہلاک و برباد کر دئے جاؤ گے۔

لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ○ (حجر: ۷-۸)

کیوں تم فرشتوں کو ہمارے پاس نہیں لے آتے، اگر تم سچے ہو، خدا کہتا ہے فرشتوں کو ہم حق کے ساتھ اتارتے ہیں، اگر وہ اتریں تو پھر تم کو اس وقت مہلت نہ دی جائے گی۔

(۶) معاندین عموماً پیغمبروں کو جھوٹا جان کر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس آخری معجزۂ عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو، وہ آخر کب آئے گا اور وہ جلد کیوں نہیں آتا؟ چونکہ اپنی نافہمی سے ان کو یقین ہوتا ہے کہ یہ معجزانہ عذاب ظاہر نہ ہوگا، اس لیے وہ اس کا مطالبہ بار بار کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں پیغمبر کی سبکی ہو اور ہماری طرح اور لوگ بھی اس کو کاذب تسلیم کریں، چنانچہ قرآن مجید میں بار بار ہر قرن کے کافروں کے اس مقولہ کو دہرایا گیا ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے، حضرت شعیبؑ کی امت نے کہا،

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝
فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (شعراء: ۱۸۶-۱۸۷)

اور ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو، اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو۔

لیکن اس کے لیے خدا کے یہاں ایک قانون مقرر ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا
نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ
اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا
يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ
بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ
الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ (یونس: ۴۹-۵۱)

ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے تو جب اس کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی وہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی، کہہ دے اے پیغمبر بھلا دیکھو تو اگر خدا کا عذاب راتوں رات یا دن کو آپہنچے تو یہ گنہگار جلدی کر کے کیا کر لیں گے کیا جب آنے والا واقعہ آجائے گا تب تم ایمان لاؤ گے، اب ایمان لاتے ہو! حالانکہ تم تو اسی کی جلدی کر رہے تھے۔

انبیاء کو ظاہری معجزات دیے گئے

اوپر کی تفصیل سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ انبیاءؑ ظاہری آیات اور مادی نشانات سے خالی ہوتے ہیں، ان کی سیرتیں بیک زبان اس کی تصدیق کرتی ہیں کہ باطنی آیتوں کے ساتھ ان کو ظاہری حصہ بھی ملتا ہے، قرآن مجید نے اکثر انبیاء کے سوانح و واقعات کے ضمن میں ان کے ظاہری آثار و دلائل کو بھی بہ تفصیل بیان کیا ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ یہ مادی اور ظاہری نشانات

نبوت کی اصل حقیقت سے خارج ہیں، یہی سبب ہے کہ متعدد مقامات پر قرآن مجید نے کفار کی مادی نشانیوں کی طلب میں یہ الفاظ کہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۹۳) (میں تو صرف ایک انسان پیغمبر ہوں)

ظاہری نشانات صرف معاندین طلب کرتے ہیں

نبوت کے ظاہری اور عامیانہ آثار و علامات یعنی خارق عادت معجزات صرف وہ فرقہ طلب کرتا ہے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں اور جو تعصب و عناد اور جہل کے باعث حق کے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، معجزات کی طلب نیکوکاروں نے نہیں کی، حضرت موسیٰؑ کو معجزہ بنی اسرائیل کے مقابلہ میں نہیں بلکہ فرعون کے مقابلہ میں دیا گیا، حضرت عیسیٰؑ سے ان کے حواریوں نے نہیں بلکہ یہودیوں نے معجزہ طلب کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکرؓ و عمرؓ نے نہیں بلکہ ابوجہل و ابولہب نے معجزہ مانگا، یہی حال دوسرے انبیاء کا بھی ہے، قرآن مجید نے اس حقیقت کی پوری طرح تصریح کی ہے اور طلب معجزہ کے سوال کو ہمیشہ کفار کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۚ (البقرۃ: ۱۱۸)
اور جن کو (کتاب الٰہی کا) علم نہیں (یعنی کفار قریش) کہتے ہیں کہ کیوں خدا ہم سے خود باتیں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ (انعام: ۳۷)
اور کفار نے کہا کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ (رعد: ۷)
اور کفار کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (طہٰ: ۱۳۳)
اور کفار نے کہا کہ یہ پیغمبر اپنے خداوند کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں لاتا۔

دیکھو کہ ہر آیت میں کفار ہی کا معجزہ طلب کرنا ظاہر کیا گیا ہے۔

کفار کا معجزہ طلب کرنا نفی معجزہ کی دلیل نہیں

کفار کے اس بار بار کے اصرار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی

معجزہ نہیں دکھایا۔ یہ استدلال سرتاپا غلط ہے، ان کو نفس معجزہ مانگنے پر نہیں بلکہ مادی اور ظاہری معجزات طلب کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ عناد سے طلب معجزہ پر مصر ہیں چنانچہ ان تمام مقامات میں جہاں کفار کی اس طلب معجزہ کا ذکر ہے یہ تصریح موجود ہے اور انھیں ہدایت کی گئی ہے کہ ان خوارق سے انھیں تسلی نہ ہوگی، ان کو چاہیئے کہ نبوت کے اصلی آثار و علامات کی طرف توجہ کریں کہ سعادت مند دلوں کی تسلی ان ہی سے ممکن ہے۔ اس مفہوم کی آیتیں اوپر نقل کی جا چکی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں جن سے وہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اہلِ یقین ہیں اور جو ہر امر میں شک کرتے ہیں ان کا علاج صرف دوزخ ہے کبھی ان قوموں کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے جو معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں ان سے یہ بھی کہا گیا کہ معجزات وقتی چیز ہوتے ہیں جو دنیا کے دوسرے حوادث کی طرح فنا ہو جاتے ہیں اس بنا پر اگر ہر معاند کے سوال پر پیغمبر معجزہ ہی دکھاتا رہے تو یہ تسلسل شاید کبھی ختم نہ ہو اور پیغمبر کی زندگی صرف ایک تماشاگر کی حیثیت اختیار کرلے اس لیے ظاہری معجزہ طلب کرنے والوں کو دائمی اور مسلسل معجزہ کی طرف ملتفت ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔

معاندین کو معجزہ سے بھی تسلی نہیں ہوتی

نفسیات انسانی کا خاصہ ہے کہ جب کسی طرف سے اس کے جذبات مخالفانہ ہوتے ہیں تو وہ اس کی کسی بات کو حسن ظن پر محمول نہیں کرتا اور اس کو اس کی ہر شے کے اندر شر خبث اور بدی نظر آتی ہے، جلی سے جلی اور واضح سے واضح برہان بھی اس کے دل کے ریب اور قلب کے شک کو دور نہیں کرسکتے، معاندین جو انبیاء کے مکارم اخلاق، حسن عمل، حسن تعلیم اور دیگر علمی و عملی تلقینات کو باور نہیں کرتے اور ان کے کھلے اور بدیہی دعووں کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور ہر قسم کی دلیلوں کو سن لینے کے بعد بھی وہ اپنے لاعلاج مرض شک سے نجات نہیں پاتے تو آخر الحیل کے طور پر وہ پیغمبروں سے خارق عادت معجزوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور چونکہ انھیں بدگمانی سے یہ یقین ہوتا ہے کہ ہماری ہی طرح کا ایک مدعی انسان کبھی ایسی عجیب و غریب چیز پر قدرت نہیں رکھتا اس لیے وہ کبھی کوئی خارق عادت امر پیش نہ کرے گا اور اس طرح اس کی رسوائی عالم آشکارا ہو جائے گی اور خود اسی کے ہاتھوں اس کے دعوؤں کے تار و پود بکھر جائیں گے لیکن قدرت الٰہی آخری حجت کے طور پر ان کے سامنے معجزات اور خوارق عادت بھی پیش کردیتی ہے تاہم ان کو دیکھ کر بھی معاندانہ روح ان کے دلوں میں پیغمبروں کی

سچائی کا اعتبار نہیں پیدا ہونے دیتی اور بدگمانی انھیں بتاتی ہے کہ گو اس خارق عادت کے ظہور میں تو شک نہیں مگر یہ خدائی قدرت کا کرشمہ نہیں بلکہ یہ شیطانی عمل اور سحر و جادو کی قوت سے پیدا ہوا ہے اور چونکہ بظاہر معجزہ اور سحر و شعبدہ میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اس لیے ان کے بدگمان قلب کو اس سے بھی تسلی نہیں ہوتی۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو متعدد معجزے دکھائے مگر ہر ایک کے جواب میں انھیں یہی سننا پڑا کہ "تم جادوگر ہو" ان کے معجزہ عصا کو دیکھ کر مصر کے جادوگر سجدے میں گر گئے اور حضرت موسیٰؑ کی پیغمبری پر ایمان لے آئے مگر فرعون یہی کہتا رہا:

إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (طٰہٰ: ۷۱)	یہ موسیٰؑ تم سب کا بڑا جادوگر ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔

انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے سب سے زیادہ معجزات دکھائے لیکن خود انجیل میں مذکور ہے کہ تقریباً ہر معجزہ کے بعد حاضرین کی دو جماعتیں ہو جاتی تھیں، ایک تو ان کی معتقد ہو جاتی تھی اور یقین کرتی تھی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور دوسری کہتی تھی کہ یسوع کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔

کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزوں کے طالب ہوتے تھے مگر جب معجزے دیکھتے تھے تو کاہن اور جادوگر کہنے لگتے تھے، آپ کے معجزات اور خوارق کو وہ دیکھتے تھے تو ان کو جادو کا اثر سمجھتے تھے۔

إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (مدثر: ۲۴)	یہ تو جادو ہے جو اگلے وقتوں سے چلا آتا ہے۔

کفار ایک دوسرے کو منع کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جایا کرو کیونکہ وہ جادو کیا کرتے ہیں۔

هَلْ هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ (انبیاء: ۳)	یہ محمد تو تمہاری ہی طرح آدمی ہیں، کیا تم جادو کے پاس آتے ہو اور تم دیکھ رہے ہو۔
قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ (احقاف: ۷)	حق کے منکرین کے پاس جب حق آیا تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

معاندین کو معجزہ سے بھی ایمان کی دولت نہیں ملتی

چونکہ معاندین کو حق و باطل کی تمیز کی قوت نہیں ہوتی اور یقین کی سعادت سے وہ محروم ہوتے ہیں اس لیے بڑی سے بڑی نشانی بھی شک و شبہہ کے گرداب سے ان کو باہر نہیں نکال سکتی، وہ کبھی اس کو بخت و اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور کبھی اس کو سحر و جادو سمجھ کر اس کی تکذیب کرتے ہیں، کبھی فریب اور قوت شیطانی کا ان کو دھوکہ ہوتا ہے اس لیے معجزات سے بھی ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی، حجت کے لیے ایک دفعہ ان کو معجزہ دکھایا گیا تو ان کا شبہہ رفع نہیں ہوا اور پھر معجزہ طلب کرتے ہیں تو قرآن کہتا ہے کہ اب بھی ان کو تسلی نہ ہوگی سورہ انعام کی ابتدا میں اللہ نے ان تمام مراتب کو بیان کر دیا ہے۔

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ (انعام: ۴)

اور خدا کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی لیکن یہ کہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (انعام: ۷)

اے پیغمبر اگر ہم تجھ پر ایسی کتاب بھی آسمان سے اتاریں جو اوراق میں لکھی ہو کہ وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھوئیں تو وہ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ یہ فقط ایک ساحرانہ تماشا ہے۔

وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ (انعام: ۲۵)

اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں گے تو وہ ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ وہ جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے جھگڑا کرتے ہیں اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صرف اگلوں کی کہانیاں ہیں۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ ۝

(انعام: ۸، ۹)

اور کہتے ہیں کہ اس پیغمبر کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، کہہ دے کہ اگر فرشتہ بھی اتارا جاتا تو ان کو پھر مہلت نہ دی جاسکتی اور بات پوری ہوجاتی۔ اگر ہم رسول کا ساتھی کسی فرشتہ کو بناتے تو اس کو بھی انسان ہی کی صورت میں بناتے تو پھر وہی شبہے ان کے دلوں میں ہم پیدا کرتے جواب یہ کر رہے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ	اور اگر ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ	بھی اتار کر بھیجیں اور مردے بھی ان سے
كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا	باتیں کریں اور ہر چیز ان کے سامنے لاکھڑی
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ	کردیں تو وہ ایمان نہ لائیں گے، لیکن یہ کہ خدا
يَجْهَلُوْنَ ٥ (انعام: ۱۱۱)	کی مشیت ہو، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

آنحضرتؐ کو فرطِ شفقت سے یہ خیال بار بار آتا تھا کہ یہ روسائے قریش ایمان کی دولت سے محروم نہ رہنے پائیں، خدا نے فرمایا کہ ان کو حقیقت میں براہِ راست نبوت سے انکار نہیں بلکہ ان کو نبوت سے اس لیے انکار ہے کہ ان کو والانفس خدا پر یقین نہیں، یہ بہ ظاہر نبوت کی نشانیوں کو طلب کرتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کو خدا کی نشانیاں بھی تسلیم نہیں، ایسے لوگوں کی قسمت میں ایمان کی سعادت نہیں، ان کے لیے معجزے بیکار رہیں، یہ سعادت ان ہی کو ملتی ہے جو حق کے طالب ہیں اور حق باتوں کو سنتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں معجزہ دیکھنے پر بھی معاندین کے قلوب کو اطمینان حاصل نہ ہوگا کیونکہ ان کے شک وشبہہ کا منشاء عناد ہے، حق طلبی نہیں۔ اگر حق طلبی مقصود ہوتی تو پہلے ہی دفعہ دیکھ کر وہ ایمان لے آتے۔ سورہ انعام میں اس مفہوم کی آیتیں موجود ہیں۔

حاصل یہ کہ ان معاندین کے شکوک وشبہات کا تو برتو بادل معجزات اور آیات کی روشنی سے بھی نہیں چھٹتا، آنحضرتؐ نے جب پہلے پہل اسلام کی دعوت ان کے سامنے پیش کی تو آپ کو انھوں نے مجنوں کا خطاب دیا قرآن مجید نے ان کی تردید کی۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (قلم ۲) تو اپنے پروردگار کی عنایت سے مجنون نہیں۔

اس کے بعد آپ نے ان کے سامنے معجزات اور آیات پیش کیے کہ کہیں مجنوں سے بھی یہ افعال صادر ہوسکتے ہیں تو انھوں نے آپ کو مجنون کے ساتھ کاہن اور جادوگر کہا۔

فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ	تو اپنے پروردگار کی عنایت سے نہ تو کاہن
وَّلَا مَجْنُوْنٍ ٥ (طور: ۲۹)	ہے اور نہ مجنون۔

الغرض انسانوں کے افہام وتفہیم اور ہدایت ورہنمائی کے جو اسلوب اور طریق ہوسکتے تھے وہ سب ان کے سامنے پیش کیے گئے مگر انھیں شک وشبہہ کی کشمکش سے نجات نہ ملی۔

انبیاء معاندین کو معجزات دکھاتے ہیں اور وہ اعراض کرتے ہیں

معاندین کی اس پیہم طلب اور اصرار سے خیال ہو سکتا ہے کہ اگر ان کو کوئی معجزہ دکھایا جائے تو وہ شاید ایمان لے آئیں لیکن تمام انبیاء کی سیرتیں شہادت دیتی ہیں کہ ایسا نہیں ہوا، انھوں نے معجزات دیکھے پھر بھی اپنے انکار و اعراض پر نہایت استقلال کے ساتھ قائم رہے، حضرت موسیٰ نے فرعون کو بار بار معجزہ دکھایا لیکن اس کا انکار ایمان سے متبدل نہ ہوا جیسا کہ توراۃ اور قرآن دونوں میں بہ تکرار بیان ہوا ہے۔

حضرت صالحؑ کی امت نے ان سے ایک نشانی طلب کی، انھوں نے کہا یہ اونٹنی تمہاری نشانی ہے، انھیں تسکین نہ ہوئی اور اس اونٹنی کو مار ڈالا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاداش میں وہ ہلاک کر دئیے گئے جیسا کہ سورہ شعراء میں ہے۔

عہد محمدی کے فرعونوں اور معاندوں کی نفسی کیفیت بھی یہی تھی کہ ان کو نشانیاں دکھائی جاتی تھیں مگر انھیں عناد کی کور باطنی کے باعث ان سے تسکین نہیں ہوتی تھی چنانچہ کفار قریش کے حال میں قرآن مجید کا بیان ہے

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ	ان کے پاس خدا کی نشانیوں میں سے کوئی
رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ٥	نشانی نہیں آتی، لیکن وہ اس سے اعراض
فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ	کرتے ہیں، حق ان کے پاس آیا تو انھوں
فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا	نے اس کو جھٹلایا تو عنقریب جس چیز کا مذاق
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ٥ (انعام: ۴، ۵)	اڑاتے ہیں اس کی حقیقت ان کو معلوم ہوگی۔

اسی لیے معاندین کی طلب معجزہ سے تغافل برتا جاتا ہے

بالآخر معاندین پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور پھر طلب معجزہ کے لیے ان کے پیہم اصرار، الحاح اور طلب کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور صرف عذاب الٰہی کی آخری نشانی ان کے لیے باقی رہ جاتی ہے، اللہ نے معاندین قریش کے جواب میں قرآن مجید میں اسی نکتہ کا اظہار فرمایا

وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ	ہم کو نشانیوں کے بھیجنے سے صرف اس
إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ (بنی اسرائیل ۵۹)	امر نے باز رکھا کہ پہلوں نے ان کو جھٹلایا۔

قرآن مجید میں چار پانچ مقام پر مذکور ہے کہ عہد محمدی کے معاندین نے کہا

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ‎ (رعد: ۲۷) ‎ محمد پر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی۔

اس کے جواب میں ان کو نبوت کی اصل حقیقت انذار، تبشیر اور ہدایت کی طرف متوجہ کیا گیا اور خرق عادت کی کسی مزید نشانی کے دکھانے سے تغافل اور احتراز برتا گیا۔

عقیدہ معجزات کی اصلاح

ظاہری معجزات نے گذشتہ قوموں میں بہت سے فاسد عقیدے پیدا کر دیے تھے، قرآن مجید نے نہایت وضاحت، نہایت صفائی اور نہایت تصریح کے ساتھ ان غلطیوں کا پردہ چاک کیا، یہاں اس کی چند اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) نبوت اور ظاہری معجزات میں کوئی تلازم نہیں اور یہ آثار و دلائل اصل نبوت سے خارج امور ہیں، نبوت کے اصل لوازم وحی، مخاطبہ الٰہی، تزکیہ، انذار، تبشیر، تعلیم اور ہدایت ہیں جیسا کہ ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس بنا پر جب معاندین نے معجزہ کا مطالبہ کیا ہے تو قرآن مجید نے اکثر اس کے جواب میں نبوت کی اصل حقیقت کی طرف ان کو متوجہ کیا ہے، اس مفہوم کی آیتیں بھی پہلے گزر چکی ہیں، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) قرآن مجید نے نہایت وضاحت اور تکرار کے ساتھ اس حقیقت کا اعادہ کیا کہ ہمارا پیغمبر بشر اور خالص بشر ہے، اس میں الوہیت کا کوئی شائبہ نہیں ہے اور اس لیے وہ اپنی طرف سے خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

کفار قریش کا خیال تھا کہ پیغمبر کے ساتھ فرشتوں کا پہرا ہونا چاہیے، کبھی کبھی خود خدا اس کے سامنے آکر نمایاں ہو، اس کے لیے سونے چاندی کا محل ہو، عجیب و غریب اقسام کے باغ اس کے قبضہ میں ہوں، ہمارے سامنے وہ آسمان پر چڑھے اور وہاں سے ہمارے لیے کتاب اتار لائے۔ ان سب کے جواب میں قرآن مجید آپ کو سکھاتا ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۳) ‎ کہہ دے اے پیغمبر! سبحان اللہ میں کون ہوں، ایک آدمی پیغمبر۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ ‎ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں یہ

اللّٰہِ وَلَآ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ
لَـكُمۡ اِنِّىۡ مَلَكٌ‌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ
اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ‌ؕ
(انعام : ۵۰)

تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف الہام کیا جاتا ہے۔

ما جبر شخص کے دا ہمو اللہ تعالیٰ کہ

قُلْ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ‌ؕ وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ
الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۛۚ
وَمَا مَسَّنِىَ السُّوۡٓءُ‌ ۛۚ اِنۡ اَنَا اِلَّا
نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝
(اعراف : ۱۸۸)

اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دے کہ خود میرا نفع اور نقصان بھی میرے قبضہ اختیار میں نہیں لیکن جو چاہے خدا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھ کو کوئی گزند نہ پہنچتا میں تو صرف ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

غور کیجئے کہ زمین سے باغ کا اگا دینا یا سونے کا محل کھڑا کر دینا یا چشمہ بہا دینا یا آسمان سے لکھی لکھائی کتاب اتار دینا نہ خدا کی قدرت سے باہر تھا اور نہ اس رسول کے ان معجزات سے مافوق مطالبہ تھا جس کے ہاتھ سے چشمے بہ چکے تھے، جس کے اشارے سے درخت چل چکے تھے۔ لیکن چونکہ اگر ان کے مطالبہ پر یہ امور واقع ہو جاتے تو وہ اگر بد عقیدگی کو راہ دیتے تو وہ آپ کو جادوگر کہہ دیتے اور اگر خوش عقیدگی کا اظہار کرتے تو آپ کو نعوذ باللہ مافوق بشر تسلیم کر لیتے اور یہ دونوں باتیں اصول اسلام کے منافی ہوتیں اس لیے سرے سے ان کے اس جاہلانہ مطالبہ کو رد کر دیا گیا کہ چند لوگوں کے ایمان و عدم ایمان کی خاطر نفس پیغام و دعوت کے اصول کی بیخ کنی نہیں کی جا سکتی۔

(۳) عام لوگوں میں انبیاء کی نسبت یہ غلط عقیدہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ براہ راست عالم کائنات کے تصرف پر قادر ہیں، چنانچہ موجودہ انجیل کے مصنفوں نے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو جس طریقہ سے پیش کیا ہے اس نے عیسائیوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ یہ تمام کائنات حضرت عیسیٰؑ کے قبضۂ قدرت میں تھی اور وہ اس میں جس طرح چاہتے تھے تصرف کرتے تھے، یہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر انجیل کے مصنفوں نے دین کی دیوار کج کھڑی کی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ توحید کی عمارت اس پر قائم نہ رہ سکی، قرآن مجید نے نہایت شدت اور نہایت اصرار سے

یہ حقیقت واضح کی ہے کہ معجزات اور نشانات پیغمبر کی قوت و ارادہ سے نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور مشیت سے ظاہر ہوتے ہیں

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (انعام: ۱۰۹) کہہ دے اے پیغمبر کہ نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً (انعام: ۳۷) کہہ دے اے پیغمبر کہ خدا کو قدرت ہے کہ وہ نشان اتارے۔

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰؑ کے تمام معجزات کو بیان کردیا ہے مگر اسی کے ساتھ اس عقیدہ باطل کو بھی رد کرتا گیا ہے اور نہایت تصریح کے ساتھ یہ ظاہر کردیا ہے کہ یہ جو کچھ تھا خدا کی قدرت سے تھا، حضرت عیسیٰؑ کے اختیار سے نہیں، سورہ آل عمران اور مائدہ میں خود حضرت عیسیٰؑ کی زبانی یہ حقیقت بیان ہوئی ہے، یہ قرآن مجید کے اسی اظہار حقیقت اور خالص تعلیم کا اثر تھا کہ اسلام میں توحید اور نبوت کی حقیقتیں مشتبہ نہ ہوئیں اور پیغمبر اسلامؐ میں الوہیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی مسلمانوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا اور تمام دنیا کے مذاہب میں توحید کامل کی علمبرداری صرف اسلام کے دست و بازو کو سپرد ہوئی۔

معجزہ کا سبب صرف ارادۂ الٰہی ہے

سید صاحب نے مسئلہ اسباب و علل پر بڑی معرکۃ آرا بحث کی ہے اس کے بعد وہ یہ بتاتے ہیں کہ قرآن مجید نہ تو اسباب عادیہ کا منکر ہے اور نہ عالم کے نظام کار کو علل و مصالح سے خالی تسلیم کرتا ہے، لیکن وہ ان تمام اسباب و علل سے مافوق ایک اور قادر اور ذی ارادہ ہستی کو فرماں روائے کل یقین کرتا ہے جس کی مشیت اور ارادہ کی قوت سے کائنات کی یہ مشین چل رہی ہے، معجزہ کا سبب اور علت براہ راست اس کی مشیت اور ارادہ ہے۔ اسی لیے انبیاء نے یہ تصریح کی ہے کہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ صرف خدا کی قدرت، مشیت اور اذن سے ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ ظاہری علل و اسباب کے مطابق ہوں تو وہ پیغمبر اور خدا کے باہمی ربط و علاقہ کی دلیل کیوں کر بن سکتے ہیں، کفار ان کو دیکھ کر فوراً کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے ہوا ہے اس لیے خدائی نشان ہونے کا ثبوت کیوں کر بہم پہنچ سکتا ہے۔

معجزہ کی باعتبار خرق عادت کے چار قسمیں

اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ معجزات اور نشانیاں کسی نہ کسی حیثیت سے خرق عادت ہوں چنانچہ
(۱) کبھی نفس واقعہ خارق عادت ہوتا ہے مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، انگلیوں سے چشمہ کا ابلنا، مردہ کا زندہ کرنا وغیرہ۔

(۲) کبھی یہ ہوتا ہے کہ نفس واقعہ خلاف عادت نہیں ہوتا مگر اس کا اس وقت خاص طور پر رونما ہونا خرق عادت بن جاتا ہے مثلاً طوفان آنا، آندھی آنا، زلزلہ آنا، کفار کا باوجود کثرت بے یار ومددگار اہل حق سے خوف کھانا وغیرہ تمام تائیدات الٰہی اس قسم میں داخل ہیں۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ نفس واقعہ اور اس کے ظہور کا وقت خاص تو عادات جاریہ کے خلاف نہیں ہوتا مگر اس کا طریقہ ظہور خلاف عادت ہوتا ہے مثلاً انبیاء کی دعاؤں سے پانی کا برسنا، بیمار کا اچھا ہونا، آفتوں کا ٹل جانا کہ نہ تو پانی کا برسنا یا بیمار کا اچھا ہو جانا یا کسی آئی ہوئی آفت کا ٹل جانا خلاف عادت ہے اور نہ اس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے لیکن جس طریقہ سے اور جن اسباب وعلل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے وہ خرق عادت ہیں، استجابت دعا اسی قسم میں داخل ہے۔

(۴) کبھی نہ تو واقعہ خارق عادت ہوتا ہے اور نہ اس کا طریقہ ظہور خارق عادت ہوتا ہے بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے مثلاً انبیاء کی پیشین گوئیاں، ایک دفعہ زور سے آندھی چلی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تھے آپ نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لیے چلی ہے چنانچہ جب لوگ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مدینہ میں ایک مناق اس آندھی سے مر گیا، اس معجزہ میں نہ تو آندھی کا چلنا خرق عادت ہے، نہ آدمی کا آندھی کے صدمہ سے مر جانا خلاف اسباب ہے بلکہ واقعہ کا قبل از وقت علم خرق عادت ہے۔

اہل ایمان پر اثر کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمیں

انبیاءؑ کی زندگی علم وعمل دونوں کا مجموعہ ہوتی ہے اور ان کے تمام ارشادات وتعلیمات سے صرف ان ہی دونوں کی ترقی اور تکمیل مقصود ہوتی ہے اس لحاظ سے انبیاء کے بعض معجزات کا اثر صرف علم ویقین پر پڑتا ہے ان سے کوئی عملی نتیجہ مترتب نہیں ہوتا، ہاتھ کا چمک اٹھنا، عصا کا سانپ ہو جانا، چاند کا شق ہو جانا اگرچہ نہایت عظیم الشان معجزے ہیں لیکن اس کا نتیجہ صرف

اس قدر ہے کہ ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے نے انکار کیا، لیکن انبیاء کے بہت سے معجزے ایسے ہوتے ہیں جن سے نہایت عظیم الشان عملی نتائج ظاہر ہوتے ہیں مثلاً عصا کے سانپ بن جانے سے بنو اسرائیل کو کوئی عملی فائدہ نہ پہنچ سکا، لیکن اس کے ذریعہ سے پانی کا جو چشمہ ابلا' وہ ان کے لیے حیات بخش ثابت ہوا، پہلی قسم کے معجزات کو قرآن میں حجت، برہان اور سلطان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان سے علم و یقین کو ترقی ہوتی ہے اور دوسری قسم کے معجزات کو اس نے تائید اور نصر الٰہی کہا ہے، پہلی قسم کے معجزات طلب اور سوال کے محتاج ہوتے ہیں لیکن تائید اور نصر الٰہی اس کی پابند نہیں ہوتی۔

آغاز نبوت میں چونکہ انبیاء صرف عقائد کی تعلیم دیتے ہیں اور کفار کی طرف سے ان ہی عقائد کا انکار کیا جاتا ہے اور ان ہی کے اثبات پر دلیل طلب کی جاتی ہے اس لیے اول اول انبیاء سے اسی قسم کے معجزات کا ظہور ہوتا ہے جن کا اثر صرف علم و یقین پر پڑ سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد انبیاء کی تعلیم و ہدایت سے مومنین مخلصین کا ایک گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو عموماً مفلوک الحال بخانہ بدوش بے سروسامان اور بے یار و مددگار ہوتا ہے، یہ گروہ اگرچہ صفائے باطن، خلوص نیت اور شدت ایمان کی بنا پر کسی معجزہ کا خواستگار نہیں ہوتا، تاہم تائید الٰہی خود اس کی طلب گار ہوتی ہے اور ہر موقع پر اس کی حفاظت و حمایت کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تائیدات الٰہی کا ظہور اکثر بغیر طلب و سوال کے ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کا سوال نہیں کیا لیکن آپ سے اکثر معجزات کا ظہور ان ہی کے درمیان ہوا بالخصوص غزوات میں اکثر تائید الٰہی نے مسلمانوں کی مدد کی ہے۔

اسی کا نام قرآن مجید کی زبان میں نصر (مدد) اور تائید ہے اور یہ ہر نبی کو آخر وقت میں عطا کی جاتی ہے اور عین اس وقت جب بظاہر اسباب مایوسیوں کے تمام مناظر پیش ہوتے ہیں اور تائید حق کا بظاہر کوئی سامان نظر نہیں آتا، دفعتہً نصرت الٰہی توقع کے خلاف گرد و پیش کے واقعات کے خلاف بجلی کی طرح ناامیدیوں کے بادل سے چمک اٹھتی ہے اس کی تصریح متعدد آیتوں میں موجود ہے۔

کفار کے لیے نتائج کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمیں

جس طرح مومنین پر اثر کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمیں ہیں۔ اسی طرح کفار پر نتائج کی

حیثیت سے بھی ان کی دو قسمیں ہیں آیت ہدایت اور آیت ہلاک، انبیا کفار کو پہلے ہدایت کی نشانیاں دکھاتے ہیں اور ان کو حق کی دعوت دیتے ہیں، کفار کی کثیر تعداد میں جس قدر صالح اجزا ہوتے ہیں، وہ اس دعوت کو قبول کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ بالآخر وہ وقت آتا ہے جب مادہ فاسد کے سوا کفار کی جماعت میں کوئی صلاحیت پذیر عنصر باقی نہیں رہ جاتا یعنی اس کثیف مادہ سے چھٹ کر تمام اجزائے لطیفہ الگ ہو جاتے ہیں اور ڈھیر میں پھونس کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا تو اس وقت آیت ہلاک، آسمان کی بجلی، فضا کی آندھی، زمین کا سیلاب، لوہے کی تلوار بن کر رونما ہوتی ہے اور سطح خاک کو ان کے وجود کی نجاست سے پاک کر دیتی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو متعدد معجزے عنایت ہوئے تھے مگر وہ اس لیے تھے کہ ان کو دکھا کر فرعون کو حق کی طرف دعوت دی جائے، جب ایک مدت کے بعد اہل مصر میں سے جس قدر لوگ ایمان لا سکتے تھے لے آئے تو حضرت موسیٰؑ کو شق بحر کی آیت ہلاک عنایت ہوئی اور رود احمر کی لہریں فرعون کو اس کے سارے ساز و سامان اور امرائے دربار کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نگل گئیں، حضرت نوحؑ کو آیت طوفان، حضرت صالحؑ کو آیت ناقہ، حضرت لوطؑ کو بربادی سدوم کی نشانی، حضرت شعیبؑ کو آیت صاعقہ بحر، حضرت عیسیٰؑ کو آیت رفع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزۂ لبطشۃ الکبریٰ (بدر) جو دیا گیا تھا وہ اسی دوسری قسم میں داخل تھا، ان میں سے ہر معجزہ اور نشانی کے ظہور کے بعد یا خود اسی معجزہ اور نشانی کے ذریعہ سے معاندین کی ہلاکت استیصال اور بربادی ہوئی اور اسی کو قرآن مجید نے سنۃ اللہ (خدا کا دستور) اور سنۃ الاولین (پہلوں کا دستور) کہا ہے کہ ہر پیغمبر کی قوم میں یہ اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔

اسی معجزہ عذاب کے ظاہر ہونے میں عموماً ایک وقت معین تک تاخیر کی جاتی ہے جس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ معجزہ عذاب اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتا جب تک آیات ہدایت سے قوم کے تمام صالح اجزا اس کے فاسد عنصر سے الگ نہیں ہو جاتے اور مومنین اور کافرین ایک دوسرے سے چھٹ کر جدا نہیں ہو جاتے اور رسول کو بقیہ عناصر کے ایمان سے قطعی مایوسی نہیں ہو جاتی، حضرت نوحؑ نے ایک طویل زمانہ تک اپنی قوم کو دعوت دی اور اس کے بعد ناامید ہو کر انھوں نے آخری معجزہ کی دعا مانگی، اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو جب فرعون سے پوری مایوسی ہوگئی تو انھوں نے دعا کی۔

(۲) اس منزل پر پہنچ کر پیغمبر کو اپنے مومنین کی جماعت کو ساتھ لے کر ہجرت کا حکم ہوتا ہے، حضرت نوحؑ کو مع رفقاء کے کشتی پر چڑھا کر کفار سے الگ کیا جاتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نمرود کے ملک سے اپنی ہجرت کا اعلان کرتے ہیں حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاتے ہیں، حضرت لوطؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ سب نے اپنی اپنی جماعتوں کو لے کر اپنی نافرمان قوموں سے علیحدگی اختیار کی، اور جب تک یہ ہجرت نہیں ہولیتی اور مومن و کافر الگ نہیں ہوجاتے معجزہ عذاب نہیں بھیجا جاتا حضرت نوحؑ جب تک کشتی پر سوار ہو کر علیحدہ نہ ہو گئے، طوفان نہ آیا، حضرت ابراہیمؑ جب تک کلدانیوں کے ملک (عراق) سے نکل کر شام اور مصر نہ چلے گئے، ان پر عذاب نہ آیا، اسی طرح حضرت ہودؑ، حضرت لوطؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ اپنی اپنی جماعتوں کو لے کر جب تک الگ نہ ہو گئے ہلاکت کا عذاب نہیں آیا اور جب انھوں نے ہجرت کرلی تو یہ معجزہ عذاب مختلف صورتوں میں ان قوموں پر نازل ہوا اور مومنین کو نجات اور کافروں کو ہلاکت نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں ان واقعات کو بکثرت بیان کیا گیا ہے اور نیز اس کو اللہ نے اپنا وہ دستور اور قانون فرمایا ہے جس میں تغیر اور تبدل ناممکن ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دونوں قسموں (معجزہ ہدایت اور معجزہ ہلاک) کے معجزے دئے گئے سید صاحب نے قرآن کی روشنی میں اس کی تفصیل پیش کی ہے اور آخر میں ثابت کیا ہے کہ غزوۂ بدر معجزہ ہلاک تھا۔

سحر اور معجزہ کا فرق اور ساحر اور پیغمبر میں امتیاز

سحر و شعبدہ صرف دل لگی کے آنی تماشے ہوتے ہیں لیکن معجزات و آیات قوموں اور جماعتوں کے صلاح و فساد، تعمیر اور تخریب، ترقی اور تنزل کے اسباب و سامان ہوتے ہیں۔ ساحر کا مقصد کسی غیر معمولی واقعہ کا صرف حیرت انگیز طریقہ سے اظہار ہوتا ہے تاکہ وہ دیکھنے والوں کو تھوڑی دیر کے لیے متحیر کردے، لیکن پیغمبر کا مقصد اپنے ان حیرت انگیز اعمال سے دنیا کی اصلاح، قوموں کی دعوت، جماعتوں کی تہذیب اور دین الٰہی کی تقویت کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا، پیغمبر، بشیر، نذیر، مزکی، ہادی، سراج منیر اور شاہد عالم ہوتا ہے، ساحران تمام اوصاف سے خالی ہوتا ہے اور حیرت انگیز تماشاگری کے سوا کوئی اور ممتاز بات اس کے

اندر نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں سحر کے متعلق جس قدر بیانات ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سحر کی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا اور تخیل اور نظر بندی سے زیادہ اس کو وقعت نہیں دیتا۔ ہاروت و ماروت کے قصہ میں سحر کے زور و قوت کا منتہا یہ بیان کیا گیا ہے کہ "سحر سے وہ میاں بیوی میں تفریق کر دیتے ہیں اور یہ کسی کو حکم الٰہی کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے اور نفع نہیں پہنچاتی" (البقرہ : ۱۲)

سحر و جادو کوئی مؤثر شے نہیں سورہ طٰہٰ میں نہایت تصریح کے ساتھ فرمایا کہ "خیال سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں"۔ ساحرین مصر کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ تم بھی اپنا عصائے اعجاز ڈال دو، نتیجہ یہ ہوا کہ حق نے باطل پر فتح پائی۔

ساحر اور نبی میں اللہ تعالیٰ نے جو فرق و امتیاز بتایا وہ یہی ہے کہ نبی فلاح پاتا ہے اور جادوگر فلاح نہیں پاتا، نبی کے تمام اعمال، مساعی، جدوجہد اور معجزات کا مرکز و محور فلاح اور خیر ہوتا ہے اور جادوگر کا مقصد صرف فریب دھوکا اور شر ہوتا ہے حضرت موسیٰؑ مصر کے جادوگروں سے کہتے ہیں

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللّٰهَ	جو تم لائے ہو وہ جادو ہے اللہ اس کو
سَيُبْطِلُهٗ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ	باطل کر دے گا، بیشک اللہ شریروں کے
عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (یونس : ۸۱)	کام کو نہیں سنوارتا۔

یعنی سحر و جادو ایک آنی تماشا ہوتا ہے اور اعجاز کا اثر دائمی ہوتا ہے اور اس کے نتائج دنیا میں نہایت عظیم الشان ہوتے ہیں غرض فلاح اور عدم فلاح سحر اور اعجاز کے درمیان سب سے بڑا فرق ہے۔

کفار آنحضرت ﷺ کی نسبت کہتے تھے کہ یہ شیطان کی قوت سے یہ کلام پیش کرتے ہیں اور ان کے کلام کا سرچشمہ شیطان کی تعلیم ہے، خدا نے اس کے جواب میں کہا کہ اس حقیقت کا امتیاز کہ اس کا منبع اور سرچشمہ خیر ہے یا شر اور یہ شیطان کی قوت کا نتیجہ ہے یا ملکوتی طاقت اس کا مظہر ہے نہایت آسان ہے اور خود مدعی کی زندگی اور اس کے اخلاق و اعمال اس کے شاہد عدل ہیں، حضرت عیسیٰؑ کے قول کے مطابق کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ان دونوں قوتوں کے درمیان تفریق کچھ زیادہ مشکل نہیں، خدا نے کہا ہم بتائیں شیطان کس پر اترتے ہیں؟

شیطان ترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر، لاڈالتے ہیں وہ سنی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں (شعرا: ۲۲۱-۲۲۳)

یعنی نبی اور متنبی کا فرق خود اس کی اخلاقی زندگی ہے علاوہ ازیں افترا پرداز اور شریر کے کام کو مستقل اور دائمی زندگی عطا نہیں ہوتی۔

معجزات اور نشانات سے کن لوگوں کو ہدایت ملتی ہے

معجزات، دلائل، آیات و آثار سے ہدایت کن لوگوں کو عطا ہوتی ہے، قرآن مجید نے ان کے اوصاف و شرائط بیان کیے ہیں۔

(۱) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اس کو خدا پر ایمان ہو، اس کے بغیر اس کو معجزہ سے ہدایت نہیں مل سکتی، اس کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ پہلے کائنات کے اسرار و عجائب کو دیکھ کر ایک قادر مطلق ہستی کے وجود پر یقین کرے اس کے بعد معجزات اور نشانیوں کے ذریعہ سے اس کو نبوت کے باب میں ہدایت نصیب ہوگی۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ	کہہ اے پیغمبر کہ غور سے دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں
وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ	میں اور زمین میں اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں
عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ٥ (یونس: ۱۰۱)	اور ڈر والے ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے

(۲) دوسری چیز جو آیات اور نشانیوں سے عبرت پذیر نہیں ہونے دیتی وہ تکبر ہے، معاندین چونکہ عموماً دولت مند، رؤسا اور مدعیان عقل و خرد ہوتے ہیں اس لیے ان کا جذبہ انانیت اور ترفع ان کو داعیان حق کے علم کے نیچے کھڑے ہونے سے باز رکھتا ہے، اس بنا پر آیات اور نشانیوں سے ہدایت پانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس جذبہ سے پاک ہوں، معاندین نے ہمیشہ انبیاء کو کہا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ (قمر:۲۴) "یہ پیغمبر تو ہماری طرح ایک آدمی ہے، کیا ہم اس کی پس روی قبول کرلیں" مصر کے بادشاہ اور سرداروں نے اسی جذبہ کی بنا پر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اور ان کو گوناگوں معجزات دیکھنے کے بعد بھی ہدایت نہیں ملی، اللہ نے قرآن مجید میں ایسے منکروں اور خود پسندوں کی نسبت اپنا یہ فیصلہ سنادیا:-

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ	ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیوں کے سمجھنے سے

يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ
الْحَقِّ ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا
يُؤْمِنُوا بِهَا (اعراف: ۱۴۶)

پھیر دیں گے، جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں
اور اگر وہ تمام نشانیوں کو دیکھ بھی چکیں تب
بھی ایمان نہ لائیں گے۔

قریش کے معاندین جو اپنی قوم کے رؤساء، اکابر اور اہلِ دولت تھے وہ بھی ان نشانیوں سے اسی لیے ہدایت نہ پا سکے کہ ان کو ایک غریب و مفلس اور بے یار و مددگار انسان کی پیروی گوارہ نہ تھی وہ کہتے تھے کہ اگر نبوت ہوتی بھی تو مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی کو ملتی۔

(۳) آخری چیز دل کا قبولِ حق کی طرف میلان ہے، بڑے سے بڑے خوارق اور عجیب سے عجیب معجزات ان لوگوں کے نزدیک سحر و جادو سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے جن کے دل انابت اور رجوع الی الحق کی استعداد سے خالی ہیں

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ
عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ
يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ
مَنْ أَنَابَ ۝
(رعد: ۲۷)

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے خدا کی طرف
سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری، کہہ دے کہ
خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسی کو
اپنی طرف راہ دکھاتا ہے جو خدا کی طرف
اپنے کو رجوع کرتا ہے۔

صداقت کی نشانی صرف ہدایت ہے

سید صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے رو سے صداقت کی نشانی صرف ہدایت اور راہنمائی ہے کہ مدعی جو پیغام اور جو احکام پیش کرتا ہے وہ انسانوں کو فلاح، نجات اور رشد کی طرف لے جاتے ہیں اور جو ان سے انکار کرتے ہیں، وہ ظالم اور خودسر ہیں۔ ان کو ہدایت کی سعادت نہیں ملتی۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ
هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن
كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا
لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ
بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ

کہہ دے (اے پیغمبر) کہ اگر تورات اور قرآن
مجید دونوں کتابیں جھوٹی ہیں اور تم سچے ہو تو
ہدایت میں ان سے بڑھ کر کوئی کتاب الٰہی
لاؤ تو میں اس کی پیروی کروں تو اگر وہ تمہارے
اعلان کے مطابق نہ کر دکھائیں تو جان لے کہ
یہ صرف اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرتے ہیں